تقریر

تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی اور قناعت
(از روئے افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (العنکبوت:65)

اور یہ دنیا کی زندگی غفلت اور کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے۔ کاش کہ وہ جانتے۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

معزز سامعین! مجھے آج حاضرین کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے افاضات کی روشنی میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی اور قناعت کو بیان کرنا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی اور قناعت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"آپؐ کی یہ عاجزی اور سادگی ہی تھی جس کی وجہ سے ناواقف نئے آنے والے لوگ جب آتے تھے اور آپؐ مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے تو پہچان نہیں سکتے تھے کیونکہ سادہ اور بے تکلف مجلس ہوا کرتی تھی اور نیا آنے والا شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایسی ہی ایک مجلس کا روایت میں یوں ذکر آتا ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شروع میں ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے تو وہ دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ شدت کی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو آپؐ کے ہم عمر ہی تھے۔ اہل مدینہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔ لوگ آپ کی طرف آنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ کی وجہ سے آپ کو نہ پہچانتے تھے۔ آپ اس قدر سادگی اور عاجزی کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ سب لوگ ابو بکر کو رسول اللہ سمجھنے لگے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ محسوس کیا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کرنے لگے جس سے لوگوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام تاریخ الهجرۃ۔ قدومہﷺ قباء)

پھر ایک اور روایت میں آتا ہے کہ شریک بن عبد اللہ بن ابو نمر روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک بار ہم مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا یہ گورے رنگ کے شخص جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں محمد صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں۔ تب وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: کیا آپؐ عبد المطلب کے بیٹے ہیں؟۔ آپ نے اس سے کہاہاں مَیں ہی ہوں۔ وہ کہنے لگا (آگے پھر سوال شروع ہوگئے) کہ مَیں آپؐ سے پوچھنا چاہتاہوں اور سختی سے پوچھوں گا کہ آپ اپنے دل میں بُرا نہ مانیے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح جی چاہے پوچھو۔ تب اس نے کہا، آپ کی سادگی کا ذکر ہو چکا ہے، آپ کے سوال وجواب کا ذکر بھی کر دیتاہوں کہ آپؐ کو آپؐ کے ربّ اور اگلے لوگوں کے ربّ کی قسم دے کر پوچھتاہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو سب لوگوں کی طرف بھیجا ہے؟۔ آپؐ نے فرمایاہاں اللہ کی قسم! پھر کہنے لگامیں آپ کو قسم دیتاہوں، کیااللہ نے آپ کو یہ حکم دیاہے کہ رات اور دن میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ حضورؐ نے فرمایاہاں۔ پھر اس نے کہامیں آپ کو اللہ کی قسم دیتاہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیاہے کہ سال بھر میں اس مہینے یعنی رمضان میں روزے رکھو؟۔ آپؐ نے فرمایااللہ کی قسم ہاں۔ پھر کہنے لگامیں آپؐ کو قسم دیتاہوں۔ کیااللہ نے آپ کو یہ حکم دیاہے کہ ہم میں سے جومالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں بانٹ دو؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایااللہ کی قسم ایسے ہی ہے۔ وہ شخص کہنے لگا آپ جو تعلیم لے کر آئے ہیں میں اس پر ایمان لایااور مَیں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے ہوئے بھیجاہوا نمائندہ ہوں۔ میرا نام زمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنوسعد بن بکر کا بھائی ہوں۔

(بخاری کتاب العلم باب القراءۃ والعرض علی المحدث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ سفر میں تھے، راستہ میں کھاناتیار کرنے کاوقت آیاتوہر ایک نے اپنے اپنے ذمہ کچھ کام لئے۔ کسی نے بکری ذبح کرنے کا کام لیا، کسی نے کھال اتارنے کا، کسی نے کھاناپکانے کا۔ توآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایامیں جنگل سے لکڑیاں لے کر آؤں گا۔ صحابہؓ نے عرض کیاکہ ہم کافی ہیں، ہم لے آتے ہیں۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ توآپؐ نے فرمایا: مَیں جانتاہوں لیکن مَیں یہ امتیاز پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کوناپسند کرتاہے جو اپنے ساتھیوں میں امتیازی شان کے ساتھ رہناپسند کرتاہو۔

(شرح العلامۃ الزرقانی الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ تعالیٰ بہ من الاخلاق الزکیۃ)

پھر سادہ زندگی اور قناعت کی طرف اپنے بچوں کو بھی توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ایک توپہلے اس امر پہ ایک حدیث بیان کی گئی کہ کس طرح اس کا بچوں پہ اثر ہوا۔ ایک اس حدیث میں آپؐ نے براہ راست نصیحت فرمائی اور نصیحت بھی اپنی انتہائی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو فرمائی۔ اس کا روایت میں یوں ذکر آتاہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہاکے چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں تکلیف ہوگئی اور ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضورؐ کے پاس گئیں لیکن آپؐ کو وہاں نہ پایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے ملیں اور آنے کی وجہ بتائی۔ جب حضورؐ باہر سے تشریف لائے توحضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہاکے آنے کا ذکر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر آئے، رات کاوقت تھا، کہتے ہیں کہ ہم بستروں پرلیٹ چکے تھے توحضورؐ کے تشریف لانے پر ہم اٹھنے لگے توآپؐ نے فرمایانہیں لیٹے رہو۔ پھر آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرماہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہاں تک کہ حضور کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ کیامیں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ جب تم بستروں پرلیٹنے لگوتو34 دفعہ اللہ اکبر کہو، 33بار سبحان اللہ اور 33بار الحمدللہ کہو۔ یہ تمہارے لئے نوکر سے بہتر ہے، ملازمین رکھنے سے بہتر ہے۔

(مسلم کتاب الذکر باب التسبیح اول النہاروعند النوم)

آپؐ نے اپنی لاڈلی بیٹی کے ہاتھ کے زخموں کو دیکھ کر باپ کی شفقت اور پیار سے مغلوب ہو کر ان کی اس وقت کی وہ ضرورت پوری نہیں کی۔ بلکہ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے کہ یہ دنیاکی چیزیں عارضی فائدے کی چیزیں ہیں اور تم جس کامیرے ساتھ خونی رشتہ بھی ہے اس وجہ سے سب سے زیادہ قرب کارشتہ بھی ہے، روحانی رشتہ بھی ہے، خونی رشتہ بھی ہے توتمہاری بھلائی کے لئے یہ میں کہتاہوں کہ ان دنیاوی آسائشوں پر نظر نہ رکھوبلکہ سادگی اور قناعت کواختیار کرو۔ تمہارے ہاتھوں کے یہ زخم اللہ تعالیٰ کوپیارے ہیں۔ اللہ کے فضلوں کو مزید سمیٹنے کے لئے اس طرح سادہ زندگی بسر کرو، اپنے کام کوہاتھ سے کرو اور اس کے ساتھ ساتھ تکبیر، تسبیح اور تحمید جو بتائی ہے وہ کرو۔ یہ زیادہ بہتر ہے اور اللہ کا قرب دلانے والی چیز ہے اُس کی نسبت جس کا تم مطالبہ کر رہی ہو یعنی ایک غلام کا۔ ویسے بھی اس وقت اور بھی ضرورت مند تھے ان کو شائد ان سہولتوں، ان غلاموں کی زیادہ ضرورت ہو۔ آپ ہر قسم کے اسوہ کی مثالیں اپنی ذات اور اپنے گھر سے قائم کرناچاہتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے فرمایاکہ یہ چیزیں اپنے لئے نہ لوبلکہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت کی طرف تمہیں نظر رکھنی چاہئے اور وہی دنیاو آخرت میں تمہارا بہترین سرمایہ ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر سادہ ماحول کا نقشہ ایک حدیث کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمتع دنیاوی کا یہ حال تھا (یعنی دنیاوی چیزوں اور مال کا) کہ ایک بار حضرت عمرؓ آپؐ سے ملنے گئے، ایک لڑکا بھیج کر اجازت چاہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مکان سب خالی پڑا ہے اور کوئی زینت کا سامان اس میں نہیں ہے۔ ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی ہے یا وہ چٹائی ہے جس پر آپؐ لیٹے ہوئے تھے اور جس کے نشان اسی طرح آپؐ کی پشت مبارک پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا: اے عمر! تجھ کو کس چیز نے رُلایا؟۔ (حضرت) عمرؓ نے عرض کی کہ کسریٰ اور قیصر تو تنعّم کے اسباب رکھیں (یعنی ان کے پاس ہر قسم کی چیزیں اور نعمتیں موجود ہیں) اور آپ جو خدا تعالیٰ کے رسول اور دوجہان کے بادشاہ ہیں اس حال میں رہیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! مجھے دنیا سے کیا غرض؟ مَیں تو اس مسافر کی طرح گزارہ کرتا ہوں جو اونٹ پر سوار منزل مقصود کو جاتا ہو۔ ریگستان کا راستہ ہو اور گرمی کی سخت شدت کی وجہ سے کوئی درخت دیکھ کر اس کے سایہ میں ستا لے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہوا ہو وہ پھر چل پڑے“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 51)

چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا ایک گدیلہ تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے اور ایک دوسری روایت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر والا بستر بالوں سے بنی ہوئی چادر پر مشتمل تھا جسے دوہرا کر دیا جاتا تو آپ اس پر سو جاتے تھے۔ ایک رات ہم نے اس کی چار تہیں کر دیں تو جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا رات کو تم نے میرے بستر پر کیا بچھایا تھا۔ اس پر ہم نے چادر کی چار تہیں کرنے کا ذکر کیا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا بستر جیسے پہلے ہوتا تھا ویسے ہی کر دو۔ اس بستر پر سونے نے آج رات مجھے نماز سے روک دیا تھا۔

(الشفاء للقاضی عیاض۔ الباب الثانی۔ الفصل الثانی والعشرون۔ الزھد فی الدنیا)

پھر سادگی کی ایک اور مثال، اگر کوئی غریب آدمی بھی آپ کو دعوت پر بلاتا تو آپ ضرور جاتے اور غریب کے تحفے کی بھی قدر کرتے۔ چنانچہ آپؐ فرمایا کرتے تھے، ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے پائے کی دعوت پر بھی بلایا جائے تو میں دعوت پر جاؤں گا اور اگر مجھے بکری کا پایہ بھی تحفہ میں دیا جائے تو مَیں اسے قبول کروں گا۔

(بخاری کتاب النکاح باب من اجاب الی کراعٍ)

یہ بات آپؐ کی غریبوں اور مسکینوں سے محبت کا بھی اظہار کرتی ہے اور یہ محبت اس لئے بھی تھی کہ خدا تعالیٰ بھی غریبوں اور مسکینوں سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے آپؐ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے کہ مجھے بھی یہ مسکینی کی حالت نصیب ہو۔ پھر آپ کی جو خوراک تھی کتنی سادہ اور معمولی ہوا کرتی تھی اس کا ذکر روایات میں ملتا ہے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ بھانجے ہم دیکھتے رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں دو دو ماہ تک آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔ اس پر میں نے پوچھا خالہ! پھر آپ لوگ زندہ کس چیز پر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم کھجوریں کھاتے اور پانی پیتے تھے۔ سوائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے انصاری تھے ان کے دودھ دینے والے جانور تھے وہ رسول اللہ کو ان کا دودھ تحفۃً بھیجتے تھے جو آپؐ ہمیں پلا دیتے تھے۔

(بخاری کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا باب فضل الھبۃ)

پھر آپ کی سادہ خوراک کے بارے میں روایت آتی ہے۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے ان سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی کھائی ہے؟۔ سہلؓ نے جواب دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تادم آخر کبھی چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی نہیں دیکھی۔ اس پر مَیں نے پوچھا کیا تمہارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھلنیاں نہیں ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت سے لے کر وفات تک چھلنی نہیں دیکھی۔ ابو حازم کہتے ہیں مَیں نے سہل سے پوچھا آپ بغیر چھانے کے جو کا آٹا کس طرح کھاتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کوٹنے کے بعد اسے پھونکیں مار لیتے اور اس طرح جو اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتا اور باقی کو ہم بھگو کر کھا لیتے۔ (بخاری کتاب الاطعمۃ باب ما کان النبی ﷺ واصحابہ یاکلون)

باوجود اس کے کہ آپ ایک طرح سے حکومت کے سربراہ بھی تھے، آپؐ حکومتی معاملات کسی دربار یا تخت پر بیٹھ کر نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ مسجد نبویؐ ہی آپؐ کا تخت و دربار تھا۔ یا سفر پر ہوتے تو جو بھی جگہ میسر آجاتی وہیں دربار لگ جاتا۔ لیکن اس کے باوجود اس دربار کا رعب لوگوں کے دلوں پر دنیاوی بادشاہوں کے درباروں سے زیادہ ہوتا تھا۔

چنانچہ ایک روایت میں ذکر آتا ہے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جب آپؐ سے بات کرنے لگا تو وہ کانپنے لگ گیا۔ اس پر آپؐ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تسلی رکھو میں کوئی بادشاہ تو نہیں۔ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمة باب القدید)

یہ خداداد رعب کسی تخت و تاج کو نہیں چاہتا تھا بلکہ سادگی اور عاجزی میں ہی اس کا حسن تھا۔"

(خطبہ جمعہ 12 اگست 2005ء)

سامعین! پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سادگی اور قناعت فرماتے ہیں۔

"ایک مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ ان عارضی سامانوں کے پیچھے پھرتا رہے۔ دنیا کے پیچھے پھرنا تو کافروں کا کام ہے، غیر مومنوں کا کام ہے، تمہارا مطمح نظر تو اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت ہونا چاہئے۔ لیکن بدقسمتی سے اس خوبصورت اور پاکیزہ تعلیم کے باوجود مسلمانوں نے دنیا کو ہی مطمح نظر بنا لیا ہے اور حرص اور ہوس انتہا تک پہنچ چکی ہے۔ دجال کے دجل کی ایک یہ بھی تدبیر تھی جس سے مقصد مسلمانوں کو دین سے پیچھے ہٹانا تھا اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گئے ہیں اور قناعت اور سادگی کو بھلا دیا گیا ہے اور ہوا و ہوس کی طرف زیادہ رغبت ہے اور امیر سے امیر تر بننے کی دوڑ لگی ہے۔ پس ان حالات میں خاص طور پر احمدیوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ہر طبقہ کے احمدی پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ قناعت اور سادگی کو اپنائیں۔ تو دین کی خدمت کے مواقع بھی میسر آئیں گے، دین کی خاطر مالی قربانی کی بھی توفیق ملے گی، اپنے ضرورت مند بھائیوں کی خدمت کی بھی توفیق ملے گی، ان کی خدمت کر کے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بھی توفیق ملے گی اور دنیا کے کاموں میں فنا ہونے سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی عبادات بجا لانے کی بھی توفیق ملے گی اور آخر کو انسان نے اللہ تعالیٰ کے حضور ہی حاضر ہونا ہے، اسی طرح زندگی چلتی ہے۔ ایک دن اس دنیا کو چھوڑنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہی بہترین جگہ ہے اور یہ بہترین جگہ اس وقت حاصل ہو گی جب دنیاداری کو چھوڑ کر میری رضا کے حصول کی کوشش کرو گے اور میرے احکامات پر عمل کرو گے...جب تک انسان میں قناعت پیدا نہ ہو، سادگی پیدا نہ ہو وہ ہمیشہ مالی لحاظ سے اپنے سے بہتر کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے۔ اگر قناعت ہو گی تو اس کو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہو گی کہ فلاں کے پاس کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس بات پر عمل کرے گا کہ نیکیوں میں اپنے سے بہتر کو دیکھو اور رشک کرو اور پھر نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور ہمیشہ یہ سامنے رہے گا کہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کرنی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اپریل 2004ء)

ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سادگی اور قناعت اختیار کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"بعض دفعہ انسان سوچتا ہے کہ یہ بھی میری ضرورت ہے یہ بھی میری ضرورت ہے لیکن جب قناعت کی عادت پڑ جائے تو ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی جنہیں پہلے وہ بہت اہم سمجھتا تھا اور اس طرح بچت کی بھی عادت پڑ جاتی ہے اور ایک احمدی کو بچت کی عادت پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی خاطر مالی قربانی کی بھی عادت پڑ جاتی ہے۔ پھر ایک نیکی سے دوسری نیکیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے دلی اطمینان اور جسمانی صحت کے ساتھ صبح کی اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہے اس نے گویا ساری دنیا جیت لی اور اس کی ساری نعمتیں اسے مل گئیں۔

(ترمذی کتاب الزھد باب فی الزھاد فی الدنیا)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:

"جس قدر انسان کشمکش سے بچا ہوا ہو اسی قدر اس کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، کشمکش والے کے سینہ میں آگ ہوتی ہے اور وہ مصیبت میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں بھی یہی آرام ہے کہ کشمکش سے نجات ہو۔ کہتے ہیں ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا راستے میں ایک فقیر بیٹھا تھا جس نے بمشکل اپنا ستر ہی ڈھانکا ہوا تھا۔

اس نے لنگوٹ یا جانگیہ پہنا ہو گا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ سائیں جی! کیا حال ہے؟۔ فقیر نے اسے جواب دیا کہ جس کی ساری مرادیں پوری ہو گئی ہوں اس کا حال کیا ہوتا ہے۔ اس گھوڑ سوار کو تعجب ہوا کہ تمہاری ساری مرادیں کس طرح پوری ہو گئی ہیں۔ فقیر نے کہا جب ساری مرادیں ترک کر دیں تو گویا سب حاصل ہو گیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حاصل کلام یہ ہے کہ جب یہ سب حاصل کرنا چاہتا ہے تو تکلیف ہی ہوتی ہے لیکن جب قناعت کر کے سب کچھ چھوڑ دے تو گویا سب کچھ ملنا ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 326)

ایک روایت میں آتا ہے حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ ذکر کر کے کہ آج لوگوں کے پاس کتنی دولت اور جائیداد ہے (حضرت عمرؓ کے زمانے میں کافی فراوانی ہو گئی تھی) فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہوا ہے کہ سارا دن بھوک میں گزر جاتا حتیٰ کہ آپؐ کو اتنی مقدار میں ردی کھجوریں بھی میسر نہ آتیں کہ جن سے اپنی بھوک مٹا لیتے"

(صحیح مسلم کتاب الزھد عن نعمان بن بشیر)

(خطبہ جمعہ 30 اپریل 2004ء)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)